

AKHBAR
OUDH PUNCH
LUCKNOW
VOLUME IX
جلد نہم
अखबार अवध पंच लखनऊ
ہفتہ وار با تصویر
1924
TO BE DICTATED TO BUT NEVER TO DICTATE UNTO OTHERS
M.B.KHAN ARTIST

جلد ۹ — نمبر ۳۵

مضامین غیر

یکشنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۴ء

گردش پیمانہ

اللہ رکھے "اردو" نے بھی کیا ترقی کی ہے۔ جدھر نگاہ اٹھا کے دیکھیے نیا جلوہ ہے نرالی سج دھج ہے۔ جتنی صورتیں ہیں اتنی آنکھیں نہیں جو کوئی دیکھ سکے۔ آج گردشِ قسمت سے ایک رسالہ "پیمانہ" نظر آیا۔ نام کی خوبی سے جی للچایا۔ آپ جانیے برسات کا موسم اور پیمانہ کا دیدار زاہد کو گنہگار بنانے کو بس کافی ہے بھلا ایک رند میخوار کے دل میں خودداری کہاں۔ شوق نے ہاتھ بڑھائے بے صبری نے پاؤں پھیلائے خانۂ جمہائی کی اضطراب نے بکر کو دعا کی۔ مختصر کہ ورق گردانی میں دیر نہ لگائی جیب سے ارغوانی رنگ کا ٹائٹل پیج اٹھا تو وہ وہ خالی پیمانہ کیسا وہاں پورا میخانہ آراستہ نظر آیا۔ ٹائٹل پیج کے بعد ہی ایک تصویر دیکھی جس میں دنیا کے تمام لطف موجود تھے دریا بھی پل بھی سبزہ زار بھی شوالا بھی مسجد بھی۔ اندھیرے میں سجھائی نہیں دیتا شاید خرابات بھی ہو گر فنون لطیفہ میں سے دو لطیف فن ایک جگہ جمع کر دیے گئے ہیں تا کہ آنکھ اور دل دونوں لطف اٹھائیں۔ اس تصویر میں اندھیری رات کا وجود سیاہ رنگ سے ہویدا ہے۔ بجلی چمک رہی ہے گھنگھور گھٹا چھائی ہے۔ لیکن بالائے ہوا بجلی کے روشنائی میں سے ایک کرسی ایسی ہی بلی تک بجلی عورت کا سطح پھوٹ نکلا ہے جیسے گھانس میں ککر متا۔ دوسرے کنارے پر ایک امرد نخل سطح ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے جیسے بچھڑے ہوئے بچے کے اشتیاق میں۔ اناجی یہ حضرت بھی فضا میں معلق ہیں۔ انکی ٹھنڈی عورت کے حسن سے بالکل تنگ [illegible] بازی میں مشغول ہے ٹھنڈی کا ہے کو ٹھنڈا یا امریکن جوتے کی ٹوک ہے۔ نچلے حصہ پر دریا کے اس پار دو شعر لکھے ہیں ؎

برسات کی کالی راتوں میں جب نالے کوئی کرتا ہے
ڈربا ہوا تارا بادل میں کیا ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہے
بجلی کے حسنِ تبسم میں بادل کے شورِ تخیل میں
اک عورت سامنے ہوتی ہے اک شخص محبت کرتا ہے

حسن تصویر کے بعد اس لطف سخن نے بھی برجی وشی لوٹ [illegible] چھا جاتا ہے مصور کی بلند پروازی نے فضا میں یوں سے دوروں ہونے کا سماں دکھایا۔

واقعی عرصۂ دنیا عاشق پر تنگ ہے کمبخت رقیبوں کا منہ کالا جہاں دیکھو حرزادوں کی طرح موجود ہیں ٹالے نہیں ٹلتے اب یہی مناسب ہے کہ سیاہ دھارا ابر میں عاشق و معشوق کا مسکن ہو۔ ہوائی وصل کی ٹھہرے۔ علی ہذا شاعر کے تخیل نے بغیر کسی قرینہ نقلی و معنوی کے تاروں سے ٹھنڈی سانسیں بھروا لیں۔ ہوائی وصل میں سوائے تاروں کے اور کون ہے جو ٹھنڈی سانسیں بھرے حضور والا بادل میں ڈوبے ہوئے تارے "جو کہ ایسے تخیل کا وصل پبلیس" ہے ضرور ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہونگے جو نوزائیدہ شعرا پرانے شاعروں پر آڑے آتے ہیں کہ یہ سوائے وصل و ہجر کے اور کچھ کہنا نہیں جانتے پھر اس وصل و ہجر میں بھی خلاف فطرت مبالغہ سے کام لیتے ہیں انھیں غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ دیکھیے لیلے مجنوں کا نکاح آسمان پر ہو رہا ہے بجلی کا "حسن تبسم" اور "بادل کا شور تخیل" پھیری اور ڈھولک بجاتا ہے نیا تماشا ہے۔ البتہ ایک غلطی غالباً مصور سے ہوئی کہ اس نے مرد کو "محبت کرتا" ہوا نہیں دکھایا "محبت جتاتا" ہوا بنایا ہے۔ غالباً "شورِ تخیل" نے بوکھلا دیا اور وہ محمد شاہ رنگیلے کے اس خیال سے اپنے تخیل کو اخذ کرنے میں بہک گیا:-

آج دھرتی نے دولہن بھیس بنایا ہے آئے
اندر کے دوارے باجے بوندین کو سہرا
برن برن کے سنگاتی آئے۔
آج دھرتی ہے۔

اس تصویر کے بعد خراب رنگ و بو کے عنوان کی ایک نظم ہے اور غلط فہمی میں وہ عبارت لکھی ہے۔ "صحرائے تنہا میں ایک مست مناظر دوشیزہ کو دیکھ کر" خراب رنگ و بو کی ترکیب ہی عجیب تھی پھر "صحرائے تنہا" اور "مست مناظر" نے اس پیالۂ عجیب کو بالکل اوندھا کر دیا۔ معمولی علم و عقل رکھنے والا ان ترکیبوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ اے جناب یہ زبان اور یہ طرز ادا کی "پیٹرونٹ" بغیر مینگ ہوئے کہیں میسر آتی ہے؟ آج سے کم علم اشخاص کو اگر یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ جنگل میں ایک کنواری لڑکی تنہا کھڑی ہوئی سیر کر رہی ہے تو انھیں لازم ہے کہ خراب رنگ و بو چھوڑ کر ہمارے شاعر کی تقلید کریں۔ اور صحرا کو تنہا بنائیں اور دوشیزہ کو تنہا نہ رہنے دیں۔ کیوں؟ اسلیے کہ تنہا جمع ہے "تن" کی۔ نظم کا شعر اول ملاحظہ ہو جسکے شعر کے معنی کلام موزوں کے ہیں لیکن بے تالا پن بھی ایک ہنر ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ ایک نظم ایک ہی بحر میں ہو کوئی جرم نہیں کہ مستکار کان میں سے ایک رکن ایک شعر میں غائب ہو اور دوسرے شعر میں موجود۔ ممدودہ حرکات "لانگ وادل" کو مقصورہ بنائیے اور مقصورہ کو ممدودہ "شارٹ وادل" آ آ او او او - ای ای ای ای سے موزوں کر لیجیے گنگری سے بھی کام نکل سکتا ہے۔ شاعر صاحب مست مناظر ننگی دوشیزہ کو دیکھ کر فرماتے ہیں ؎

اور وجدان جوش و نمو میں عریاں ہوا کی جانے والی
ہو ہیجان رنگ و بو کا ساماں ہوا دو جانے والی

یوں بھی پڑھیے تو موزوں ہو جائے ؎

اور وجدان جوش و نمو میں عریاں ہو جانے والی

ہکلانے والا بھی اس شعر کو باسانی موزوں پڑھ سکتا ہے؟ مثلاً

اور وجدان جوش و جوش نمو میں عریاں ہو ہو جانے والی
ہو ہیجان رنگ و بو کا ساماں ہو جا رہا جانے والی

ات فرماتے اب معلوم ہوا کہ صحرائے تنہا سے کیا مطلب ہے یہ اچھال چھکا چھوکری کمبخت ننگی ہو رہی آئی تھی اور صحرا تنہا تھا لینے اسکے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا۔ وجدان روجد کا عالم، جوش اور نمو کا بڑھا ہوا تھا یہ جوش ساری لنگے پھریا کا دشمن ہے رنگ و بو

کوئی بھلے مانس نہیں اس عالم کو دیکھیے تو اچھے اچھے مرد آدمی شریف آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

اوظالم دوشیزہ لڑکی او بھورے بالوں والی
او نگیں ہونٹوں والی او عنابی گالوں والی
یہ تیرا نورانی پیکر کس دریا کا موتی ہے

اب دنیا میں صبح سباحت کیا ایسی بھی ہوتی ہے اور تو سب رل گئی ہے مگر عنابی گال واقعی لاجواب ہو گئے ہیں۔ "صباحت" اور لال نری کا چہرا کوئی جوڑ کا چہرا نہیں ہیں عنابی گال جیسا کسی کے ہوں کہیے کہ صبح صباحت طالع ہوئی لال نری دیکھیے اور بلاؤں لیا کیجیے۔

اس نظم کا ایک گرہ بند بھی ہے جسکا پہلا مصرعہ بدلا ہے اور دوسرا بجائے خود کوہ وقاری دکھا رہا ہے ؎

تیری ہستی لوٹنے والا کوئی یہاں روپوش ہو

اسپر تین مصرعہ لگائے گئے ہیں ؎

(۱) پھولوں کی بو لینے والی یوں مغلوب جوش ہو
(۲) اوشیریں جذبات کا منتر پڑھنے خاموش ہو
(۳) ہوش میں آجا او دیوانی پست بیہوش ہو

دوشیزہ کی عریانی سے جو دھڑکا شاعر کو تھا وہ بالکل بجا ہے۔ جنگل کا واسطہ ہے کون جانتا ہے کہ یہاں کوئی روپوش ہے یا نہیں۔ یہاں روپوش ہستی مصطلح نہیں بلکہ لغوی معنی میں ہے یعنی کوئی شخص پردہ میں یا اندھیری ڈالے دیکھ رہا ہو۔ بہرحال نظم کی دوشیزہ چاہے برہنہ ہوئی ہو یا محض خیال ہی خیال ہو لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ اردو غریب ضرور بےلباس فطرت نظر آگئی۔

اس نظم کے بعد پھر ایک نثر ہے جسکا عنوان شروع ہوا خود ہی ایک پیمانہ کشش کے لیے رلا دیتی ہے۔ "مثلاً سرخ تیتری کی چہاڑیاں اپنی شگوفتگی کا مظاہرہ کر دیتی ہیں یا پینے سرخ بھی ہیں اور نیلی بھی۔ یا وہ سیاہ رنگ کی چڑیاں اور گانے والے پرند جشن بہشتگال کی سب نغمہ اور موسیقی بنانے کے لیے آمادہ ترنم ہیں۔" بس یہ رہے فن حسن و بلاغت شاعرے ہے۔ یا سیلاب بہک رہا ہے اور ستارے جنگل میں کھو گئے ہیں۔"

جنگل اپنی زندہ سانسوں سے نرم نکھا ہیں بنا ہے۔ جیسے معانی کی جگمگی فطرت کے عظیم الشان دقائق پر اس طرح حاوی ہے جیسے سیلاب بہکے اور ستارے جنگل میں گمراہ ہوں اور زندہ سانسیں نکھا جیسی "غالباً سانس کا نون کتابت کی غلطی ہے ورنہ سانس تو خود ہی زندگی کی علامت ہے زندہ کی قید فضول ہے البتہ دوشیزہ بہار کی سانس زندہ بھی ہو سکتی ہے مگر وہ بھی علے ہذا القیاس "نزاکت بار" "لغیر باش" اور "سباحت" کا تکیف وہ اجتہادات ہیں کہ اگر اردو ان کے تداخل سے بچ گئی تو سمجھ لیجیے کہ نہایت سخت جان ہے۔

"ماضی و مستقبل کے خوش آیندہ مناظر ایک سحر سبک کے رنگ میں نمودار ہو کر غائب ہو جاتے ہیں وادی سے ایک روشنی اٹھتی ہے اور دور تک نیلی نیلی پھیل جاتی ہے" یہ جملہ فلسفہ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے سر اٹھا نہیں سکتا۔ بالعموم کی تھی تو ماضی یہاں مستقبل بھی سحر سبک کے رنگ میں نمودار ہو کر بے پیشگی غائب ہو گیا یہ جدید تحقیقات ہے آگے انشا پردازوں کا دماغ یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے سحر کی سبکی اور گرانی بھی انھیں کبھی محسوس نہ ہوئی اور نہ انھوں نے کسی وادی کی نیلی روشنی دیکھی کمبخت لنگے لوگ اندھے تو تھے ہی۔

"برف کو پگھلا کر غنچوں سے برنر شبنم کر دیتی ہے" اس نقرے میں برے سے برے اسکا استعمال بھی انھوں

کو نصیب نہیں ہوا۔ "وہ نازک جھلاتے ہوئے پرندہ" سے جو مخاطب کیا گیا ہے وہ بھی محاورے کے رنگ میں خراب ہے۔ نظرسے دور بھی ہے اور اسکا جھلملانا بھی معلوم ہے۔ لغت گواہ ہے کہ جھلملانا پرندہ کی خاص صفت ہے صرف یہی نہیں پرندے "افسانہ تبسم" کو جاری رکھنے کی فرمائش بالکل نیچرل ہے بعضوں نگار نشان چند جملوں میں حذاقت کوشش کے بجرد ہے۔ افسانہ تبسم جاری رکھنے کی فرمائش کے ساتھ اس غریب پرندہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ "شوالے کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں" بھی بجائے۔ حاتم طائی کے قصہ کا مصنف بھی ایک سو برخ ہے اس نے لکھا ہے کہ چوچیا اپنی دم سے سنا بجاتی تھی یہ ترقی کا زمانہ ہے اگر سرکس میں طوطا اینسٹس چلا سکتا ہے تو پرندہ کیوں گھنٹی نہیں بجا سکتا۔ شاعر صاحب بعضوں کام اسمیں شک نہیں کہ آپنے اپنی نسبت "ذوق خیال" کا لفظ جو لکھا ہے بالکل صحیح ہے اس طرز انشا کو دیکھ کے ہم تو آپ کو ہزاروں خطاب دے سکتے ہیں چنانچہ بالفعل چند جناب کے قلم تبسم پاش رستخیز افگن کی صفت میں



دول یورپ اور سرمایہ داری کی دھوکا ڈی ترکیب حال میں ہیں اور وہ گلا سے باتے ہیں۔



ٹخ ٹخ ٹخ یہ ہٹ جانے والا ہیٹ

مسٹر پنچ:- اگر تمھاری سفارش منظور کی جائے تو حکمرانی اور گدھے کی سواری میں فرق نہیں
اس آراستہ گھوڑے کو دیکھو۔

...ے جلد کد کو نامہ کا سبق پڑھتے ہوئے مشتاق... پر فودو رسنا تے لحد نا آگین تجلیاں دکھانے... وجدان سلیم کو اپنی بکلیبی نگہت سے مست... ہیں اور رشک ... نار صہبائے نازک اندامی باور کرتے ہیں۔

وہ طرب بیا طراوت کے چلبلاتے ہوئے گوہر نصیب وادی انشا پردازی میں مصادر سرادق کے ڈنکے بجاتے جا اور جب تک تشبیہ ہائے کامگاری میں اٹکھیلیاں کرتی ہوئی زر دات نادرہ ہائے صباحتی کو ختم نہ کرلے خاطر فریبی کے حسین نادر میں شکر ریز خصائص جادو رقی اور کرشمہ جوشی کے زور آگین مخزن میں کرام وصم کی آواز کو معطل رہتے ہیں۔ کیونکہ شاخسار کلام کی جدت آویزی میں نغز آل جلوہ ریز بے آرائی ہیں۔ آبشار کی برفیت آگین چوٹیاں تلامہ سیماب گون کی موسیقی ازا ملاحت ہو رہی ہیں اور قیر نورانی گلشن عصمت کو صدر نشین رخسار تماشا بھی تجویز کر چکا ہے۔

اس رسالہ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ نظم کے بعد ایک نثر اور نثر کے بعد ایک نظم ہوتی ہے۔ نسبت مناظر دوشیزہ کے بعد شروع بہار کا منظر دکھایا گیا اب ناقبان کی لڑکی بیٹنی والی بچی کی باری ہے۔ یہ بھی دو شیزہ ہے چشم بے حجاب اور اندام عریاں رکھتی ہے اسکا جلوہ ذوق نظر کے واسطے خواب راحت ہے آغوش تمنا سیپی کی طرح قطرے کے انتظار میں منہ کھولے بیٹھی ہے اسکے لبوں پر "تبسم رقص کرتا" ہے دولت جہان ہستی کا تماشا دکھاتی ہے سکوت ناز پر لعنت ہے۔ اور بڑی بات یہ کہ یہ بھی چڑیل ننگی بیٹھی ہے چنانچہ شاعر صاحب فرماتے ہیں ۔

چمن کو بیرنگ ڈالے گی تیرے جلووں کی عریانی

اسکے علاوہ نظم مثلث ہے تین مصرعے ایک قافیہ رکھتے ہیں تین مصرعے دوسرا قافیہ اور گرہ کے شعر کی بحر بھی بدل جاتی ہے غالباً یہ نظم اس مشہور مصرعے کا جواب ہے

کوئی پہنے گی تو کوئی پہنے بوٹے دار۔

بناتی تیرے پاؤں ہیں۔

امید ہے کہ اہل حیا اس شاعری پر..... دیکھیں گے جسمیں ایک برہنہ دوشیزہ کی جلوہ آرائی آنچل جرو لائینک اور شرم آگیں کھی گئی ہے ہم نے مانا کہ بازاری ما بانغ پھر کر ماں باپ سے اور لہنگے کی قید سے مدتوں آزاد رہتی ہیں مگر انکے اندام سیمیں کو کیا شا..... بس کیا لکھیں کیا ہے؟ اگر شاعری کا سول یوں ہی مقصود ہے تو زہے ترقی!

اس نظم کی اخلاقی شان کا خلاصہ ان الفاظ میں کیا جا سکتا ہے کہ یہ مالی زادی کی شان نہیں ایک کسبن نا بالغ مال زادی کی شان ہے۔ شاعرانہ نقائص کی تفصیل میں طول ہوگا۔ آگے بڑھیے حسب معمول آپ کو نثر میں فن پرواز کی مختصر تاریخ ملے گی یہ مضمون زبان اور مفاد کے لحاظ سے اچھا ہے برہنگی کا مگر یہ آمیں جیوں کا تیوں رہا.....

...لیکن "شہا" کے زیر عنوان پھر ایک نظم سے سابقہ پڑتا ہے۔ ابتدا میں حضرت ناظم نے ناظرین کی ملاقات "شہا" سے کروائی ہے فرماتے ہیں کہ گرہ سہا کا قمر اب برہنہ آنکھوں کو نظر آنا ممکن ہوگیا! استدری شوق برہنگی آنکھوں کی پتلیاں (در دمک چشم) بھی نظر آئیں تو برہنہ۔ دور بین کو استعمال نہ کیا جائے کا پاجامہ وہی ایسی آنکھوں کو برہنہ نہ کہنے تو کیا کہتے یہ تجزیہ علت ہے ایک مسلول کی جیسے (برہنہ) وہ مقدم کے (برہنہ) اطبا (برہنہ) آنکھوں کی (برہنہ) قسمت کا (برہنہ) استعمال اسی سکو برہنہ دور بین سے کیا کرتے تھے اب چونکہ (برہنہ) اکس والی ریڈیو نے اس (برہنہ) کی (برہنہ) جگہ لے لی ہے لہٰذا (برہنہ) گرہ سہا کا (برہنہ) قمر اب برہنہ آنکھوں کو نظر نہیں آتا۔ اگر اکس والی ریڈیو ہوتا تو ننگا دھڑنگا کرہ فضائے آسمانی پر ننگا کھیلا کرتا۔ واہ صاحب کیا منطقی استدلال ہے۔ اکس والی ریڈیو سے تجربہ کرنے والے جدید اطبا بھی بیچارے قادر نہ ہیں جنکے ناوک تجربہ نے صرف اکس والی ریڈیو دکھا کے لوگوں کے برہنہ دیدے پھرا دیے ہی نہیں بلکہ پھیر کے پتے اور پھوٹی ہوئی خالی آنکھوں نے سہا کو چاند کی روشنی سے بھی محروم کر دیا" بظاہر حضرت کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگلے زمانے والے برہنہ ننگی بے غیرت آنکھوں سے سہا کو دیکھ سکتے تھے اب وہ لوگوں کو پہچان ہے نہ آنکھوں میں اتنی قوت حالانکہ غریب سہا کو اپنا جلوہ دکھانے میں اب بھی کوئی عذر نہیں مگر یہ مطلب ہماری ایجاد ہے الفاظ عبارت سے اخذ نہیں ہو سکتا۔

ناظرین خود ہی غور فرما سکتے ہیں کہ چار سطریں نثر کی لکھی گئیں انکی بھی نحو اور منطق درست نہیں تو نظم کا کیا عالم ہوگا۔

شہاب کے ادصاف میں جو سدہی لکھا گیا ہے وہ ہر ستارے سے متعلق ہو سکتا ہے۔ ان صفات میں کوئی تخصیص پیدا نہیں ہے کہ جناب شاعر نے کسی کتاب میں شہاب کا مجمل حال دیکھ لیا اور تحقیقات جدیدہ کی فہرست میں ہی اس عمیق نکتہ کو داخل فرمانے کی کوشش فرمائی کہ ایک ستارہ ذوالذنب کے قریب شہاب نامی بھی ہے۔ عوام کے لیے ذوالذنب بھی ویسا ہی مجہول الحال ہے جیسا کہ شہاب:

مرسودہ ثوابت وسیارات میں بے شمار ستارے ہیں جنکے نام سے عوام کے کان نا آشنا ہیں۔ اگر تمام اجرام سماویہ کی فہرست شاعر صاحب منظوم میں لکھ دیتے تو عوام سدہ میں رشک وحسد کی آگ نہ بھڑکتی اب تو مشتری کے چار چاند اور زحل کے سات چاند (توابع سیارہ) عالم بالا سے بھاگتے اور اس بچہ کی طرح گرتے ہیں جو اپنے باپ کو بہ نسبت اپنی ذات کے کسی دوسرے بھائی کی جانب زیادہ ملتفت پاتا ہے۔ الغار کروٹی (القیہ) نے کئی مرتبہ اس نظم پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور کہا کہ شدا! یہیں نہیں؟ چند اشکال رجیم الکوکب سے بار بار نکلتے ہیں اور ان کے آواز دوسی سے

دو خانہ پر انداز فلک کچھ تو ادھر بھی

گریباں سے سر کھا جواب ملا نظم میں سوائے چند غلطیوں کے اور کوئی خوبی یا لطافت نہیں ہے مثلاً

مختصر مستی سے اپنی جو درخشاں تو ہے

مستی (فارسی) کی سی قلابازی کھا گئی یہ عیب دوسرے مصرعہ میں بھی ہے سے

فرط رفعت سے چراغ تہ داماں تو ہے

چراغ تہ داماں کے محل استعمال سے غالباً حضرت ترسب واقف ہیں اتنی واقفیت شاید کسی عجمی اہل زبان کو بھی نہ ہوگی۔ اس زمانہ کا عام شیوہ یہ ہے کہ جس امر کو نہ جانتے ہو اس پر مضمون لکھو جس محاورہ کی تحقیق نہ ہو تو کام چھوڑ کے اسے ضرور کہیں لکھ دو جب اعتراض ہو تو یا معترض کو گالیاں دے کے مغلوب کرلو یا کم از کم توجیہات پیش کر دو اور چپ نہ رہو سے

جی میں ہے تو میاں ترے ابر کی سیمیں ہے

کبھی منظر میں ترے برق کی ندرت ہے

نو نمائی ہے کبھی اور کبھی خود بینی ہے
پھر بھی ہستی تری ستمگنی رنگینی ہے

اس ستمگنی رنگینی کے معنی پانا سکا کوئی مسکین؟ و نیز یہی خود نمائی اور خود بینی کے ساتھ ذری صاحب عقل کی رسائی سے باہر ہے۔ تقلیں گین کر دینے اور متنی سے چشم پوشی کرنے کا نام شاعری ہے تو ہمارے بھی یہ چار مصرعے اپنا جواب نہیں رکھتے سے

آپ کے قول میں کیسی طرب آگینی ہے
کبھی ترشی کبھی تلخی کبھی شیرینی ہے
کبھی زردا کبھی کوپہ کبھی فیرینی ہے
کبھی پیالہ کبھی شقاب کبھی سینی ہے

آخری بند میں شہاب سے اپنی فرمائش کی گئی ہے جو حل کسی نیز ساوی کے مناسب حال ہے فرماتے ہیں سے

خلوت عرش سے نکل بزم ہستی میں در آ
کرۂ ارض کی ہنگامہ پرستی میں در آ
شوق رفعت سے گر عالم پستی میں در آ
چھوڑ بزم فلک انسانوں کی بستی میں آ
دل عاشق میں سما نقش سویدا بن کر
رونق حسن ہو خال رخ زیبا بن کر

اس عجیب فرمائش پر بے اختیار جی چاہتا ہے کہ ہم بھی ایک فرمائش کریں عجب نہیں کہ منظور ہو سے

دم میں جگنو کی سی جا یہ مہتاب بن کر

باستثنیٰ کہ فرمائش میں کچھ صرف نہیں ہوتا اور یہ خال رخ زیبا ہوتا ہے کوالیس ایک فرنگی سے کہتا کہ تم بھی جا مناسب نہیں ہے۔

قصہ مختصر یہ طمار صرف ۱۳ مصرعوں کے نظم کرنے تیار ہوا ہے جسمیں صدہا غلطیاں معہ حوالہ قلم کی گئیں۔ اردو کی اس ترقی پر فضا کی اکبیت روزانہ فضول گوئی کا خزانہ بنتی چلی جاتی ہے (ابا تی آئندہ)

راقم

اوبار

پنچ۔ حضرت اوبار!
آپ غالباً خراب رنگ و بو کو سمجھے نہیں۔
اے جناب سے
گر برکس بقدر ہمت اوست

ایک مقتدر رضا رسیدہ بزرگ مذہب [illegible]
پوچھا ناقوس کیا کہتا ہے اگی حقانیت [illegible]
ناقوس کے لسان الحال بیان کرنے میں [illegible]
نصیحت کو مچھوڑا فرمایا ناقوس کی صدا ہے سے

حقاً حقاً حقاً حقاً	صدقاً صدقاً [illegible]
یا ابن الدنیا مهلاً مهلاً	لستنا ندری ما قد حملنا
ان الدنیا قد غرتنا	واستغوتنا واستهوتنا
کل یوم یمضی عنا	الا امضی منا اقرنا
ما من یوم یمضی عنا	الا امضی منا رکنا

سمن بغرض تصفیہ امور تنقیح طلب

مقدمہ مستغیث [illegible]

بعدالت [illegible] صاحب بہادر بریلی

[illegible]

بنام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہرگاہ کہ مدعی نے تم پر نالش [illegible] بابت [illegible] دائر کی ہے [illegible]

[illegible]

اس روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج تاریخ [illegible] ستمبر [illegible] کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم [illegible] انگریزی

مہر عدالت

اطلاع

(۱) اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہونگے تو تم عدالت ہذا سے سمن [illegible] جاری کرا سکتے ہو [illegible] حاضر ہونے پر مجبور کیا جائے اور جس دستاویز کو تم [illegible] سے پیش کرانے کا حق رکھتے ہو اس کے پیش کرانے کی شرط یہ ہے کہ [illegible] زر خوراک جو ضروری ہو عدالت میں داخل کرکے اس امر کی درخواست کرو۔

(۲) اگر تم مطالبہ مدعی تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ مقدمہ [illegible] عدالت میں داخل کرو [illegible] کا جائے تمہاری ذات یا مال پر جو یا دونوں پر [illegible]

(نوٹ) اگر تحریری بیان داخل کرنے کی ضرورت ہو تو تم کو یا تمہارا ایسے فریق کو جیسا موقع ہو [illegible] تک تحریری بیان داخل کر دینا چاہیے۔

علی ہذا القیاس اکبر شاہ نے فیضی سے "دُھنکی" کے متعلق سوال کیا وہ شاعر تھا "مشق" کو لے بیٹھا اور کہنے لگا دُھنکی کہتی ہے۔

از پے جاناں جاں ہم رفت
جاں ہم رفت تن ہم رفت
رفت رفت رفت
رفتن دہ رفتن دہ
نان کہ خوردی خانہ برد
خانہ برد خانہ برد
بدست تو کردم خانہ گرد
خانہ گرد خانہ گرد

ہمارا خیال ہے کہ یا تو "خراب رنگ دبو" کا طرز ایک فقیر کی صدا سے ماخوذ ہے جو لکھنؤ کے گلی کوچوں میں کہتا پھرتا تھا۔

کوئی سال دوسالا منگتے نہیں
کوئی کالا کمبل منگتے نہیں
کوئی ہاتھی گھوڑا منگتے نہیں
کوئی روپیہ پیسہ منگتے نہیں

بارہ تیں کے چار جھاڑ دلا دے یا اللہ

یا دلی کے چنے والے کی صدا۔ یا کسی چورن والے کی بانی سے مقتبس ہے یا پھر شاید کسی نے ان سے پوچھا ہو کہ کماروں اور دھوبیوں کا مزدک بزبان حال کیا کہتا ہے اور انھوں نے نیچرل شاعر و ملکہ معلم فطرت ہونے کی حیثیت سے

"ہم بستی بستی بستی بون
ہم بستی بستی بستی بون"

کی صورت میں کی محاکات صحرائے تنہا میں ایک مست ستارہ دوشیزہ کو دیکھ کر یوں فرمائی ہو۔

جھونکوں کی بولنے والی یوں خلوت جوش ہو
تیری ہستی لوٹنے والا کوئی یہاں روپوش ہو
واللہ تیرے جذبات کا محشر صحرائے خاموش ہو
تیری ہستی رکھنے والا کوئی یہاں روپوش ہو
ہوش میں آجا او دیوانی دیستا بیہوش ہو
تیری ہستی لوٹنے والا کوئی یہاں روپوش ہو
ہم بستی بستا بستی بون ہم بستا بستی بستی بون

چاند کی بڑھیا چاند کے بھیتر کاتے تھا سوت
وہی سورت کی گڑیا بنا کیں دولہن اپ ہوت
ہم بستی بستا بستی بون ہم بستی بستی بستی بون

ارے او میاں جی!

جب معنی اور مطلب سے غرض نہ ہو تو جو بکا جی چاہے بکے۔ اور مالک اُردو ہو جائے چلے ہذا القیاس اُردو کے مربیوں کی نئی پود نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ کسی طرح اُردو کا ادب چند دنوں میں جھک مارنے کے مرادف ہو جائے۔ لہذا "شرح بہار" اور "باغبان کی لڑکی" یا "تبسم" پر جو خوردہ گیری آپ نے فرمائی ہے اس کا جواب "تنبیہ" اور "اصلاح" کی صورت میں ہرگز نہ ملے گا۔ جواب میں بے نقط سنیے اور استدلالی جواب کا انتظار نہ فرمائیے۔ عروض و معانی بیان کو اب کوئی نہیں پوچھتا نہ الفاظ سے مطالب کو کوئی جانچتا ہے۔ شعرائے حال نے اپنی ڈفلیاں بنائی ہیں جو ان کی غلطیوں کی توصیف ہر وقت کرتی رہتی ہیں۔ اور انھیں اپنی قوت ایجاد کے غلط استعمال پر لگتی نہیں بلکہ معترض سے نہایت بیہودگی اور کمینہ پن کے ساتھ کہتی ہیں "تو کیا جانے یہ دقیق مطالب ہیں ان کے سمجھنے کے لیے دماغ درکار ہے یہ فلسفہ ہے فلسفہ گدھوں کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

پنچ ل خدا۔ خدا ل پنچ

خوں بہائے اتحاد

غدر ۱۹۲۴ء

حکایت

ایک سوداگر نے مزدور کے سر پر شیشہ کا ٹوکرا لادا اُجرت یہ ٹھہری کہ تین مفید باتیں تمہیں بتا دینگے مزدور بڑی حکمت پیشہ اور خوش بدر تھا راضی ہو گیا راستہ کی ایک تہائی ختم ہوئی۔ سوداگر نے مزدور سے کہا پہلی نصیحت سنو جو کوئی تم سے کہے کہ سیر شکمی سے گرسنگی اچھی تو خبردار اُسکی بات کو سچ نہ سمجھو مزدور نے دل میں کہا افسوس بوجھ لادنے سے پہلے معلوم کر لینا تھا کہ کام لینے والے کی جیب میں کیا ہے جب دو ثلث راہ طے ہوئی تو سوداگر نے کہا لو میاں یہ دوسری نصیحت ہے جو کوئی تم سے کہے کہ پیدل چلنا سواری سے بہتر ہے سمجھ لو کہ جھوٹا ہے" غریب مزدور پچھتایا کہ جو کچھ میرے پاس پہلے سے تھا مجھے مل رہا ہے۔ آخر راہ طے ہوئی گھر آیا سوداگر نے کہا کہ مزدوری چونکہ کام ہو چکا اپنی تیسری نصیحت ہے جو کوئی تم سے کہے کہ تم سے زیادہ سستا مزدور بھی دُنیا میں میسر آ سکتا ہے تو کبھی باور نہ کرو" اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ مزدور نے بید رو معشوقہ کی طرح شیشے کے ٹوکرے کا ٹوکرا سر سے پٹک دیا ہر ایک شیشہ دل عاشق کی طرح چکنا چور ہو گیا۔ پھر سوداگر سے کہنے لگا "اگر کوئی احمق تم سے کہے کہ ٹوکرے کا ایک شیشہ بھی مسلّم ہے تو خبردار اُسکی بات کا یقین نہ کرنا۔

گاندھی مہاراج نے بھی تین ہی باتوں پر ہندو مسلمانوں سے سوراج کا معاملہ طے کیا تھا مگر آج کا حال نہ گاندھی جی کو معلوم تھا نہ مزدوروں کو کہ اس میں ہے کیا! دفعتہ مزدوروں نے ٹوکرا دے پٹکا اور اب دونوں سمجھ گئے کہ کچھ نازک اور زود شکن چیزیں اس میں بھری ہوئی تھیں سے

خیر باید دکان شیشہ گر سنگ است

گاندھی جی جانتے تھے کہ دل بہاری آسان ہے۔ اور مذہبی تعاون کا بھاری پتھر جب ٹوکرا سر پر پہنچ گیا تو دور ہو گیا اُن کے وہم میں بھی یہ اندیشہ نہ گزرا تھا کہ جن سروں نے ٹوکرا لادا ہے وہ صرف دو تہائی راستہ اس بوجھ کو اٹھا کے طے کر سکتے ہیں۔ پالیٹکس میں نیک دلی کی ضرورت نہیں لہذا اگر ہم سے پوچھو تو ہم یہی کہیں گے کہ غریب گاندھی ہے اور پالیٹکس سے ازل کی عداوت ہے جس یکجہتی و اتفاق کی ضرورت پالیٹکس میں ہے وہ مکاری و نیکدلی سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی خصوصاً جب ہمارے گروہ میں پنڈت مالوی سا چالباز متعصب موجود رہا ہو غالباً ہمارا گاندھی کو وہ اڑن گھائیاں بھول گئی

چونکہ پنڈت جی نے فارورڈ بلاک بنگ کے آنے کے بعد اُن کی
کمیٹی تھیں۔ گاندھی جی کے گھر و نے ہے پہلا حملہ
تھا۔ سنگھٹن کے عجیب و غریب تماشے میں بعض بیانات
ہوئیں اور وہ غم نکلنے کے مراوت تھیں اسباب وہی
کام اُس سے لیا جا رہا ہے۔ مالوی علیحدہ بیٹھے ہی
بوئی ہوئی کھیتی کی سرسبزی دیکھ رہے ہیں کوئی ان کا
نام نہیں لیتا سب غریب شردھانند کے سر الزام
رکھ رہے ہیں مسلمان گروہ بھی پسے اور کسی
سے پیچھا نہیں ہے اور ادھر سے سنگھٹن ہوا اور ادھر سے
بھی سنگھٹن کی تیاری شروع ہو گئی۔

آپ جانیے غلاموں کی ہمتیں جس کا دباؤ کھاتی
ہیں اس سے آنکھ چار نہیں کر سکیں مگر ساتھ والوں
یا نیچے ہم رتبہ لوگوں سے میدان رشک و حسد فطری
میں بازی لے جانے کی کوشش ضرور کر تی
رہتی ہیں۔ مذہب مرہم دل مجروحاں۔ چارہ درد کیسہ
علاج شکم گرسنگاں۔ جنابِ الٰہ غریبی۔ پیشہ ٔ بیکاری
تو ہی درستی عاقبت کا خیال نہ مسلمانوں کو ہے
نہ ہندوؤں کو ایک صدائے اللہ اکبر اور ناقوس کی
دھو کو دھو تو نے سارا کھیل بگاڑ کے رکھ دیا۔ آستینیں
چڑھیں دھوتیاں گھٹ سی گئیں۔ مونچھوں پر تاؤ دے دیا
پر ہاتھ پھیرے۔ اور اشرف المخلوقات صاحب جبیر بن
گئے۔ منہ سے اڑاتے اڑاتے خود ہی گتھ گئے کوئی
کمینہ فعل جو کسی کمینہ سے کمینہ آدمی کی جانب منسوب
ہو سکتا ہے باقی نہیں رہا۔ سب تو سب ہمارا شہر
لکھنؤ جیسیں ہندو مسلمان دونوں کو تماشبینی کی لت
نے طلاوا فیع نامردی کا کرتوتوں استعمال کرایا ہے بجائے
چوک میں نالی کے ڈنڈ پیلنے کے رزمگاہ میں اُترا یا
اور مہاتمی کے ٹھاٹھ دکھانے لگا۔ ایک نے اپنی
لاکھوں برس کی پرانی تہذیب یعنی جیو رکھشا کے نمونے
دکھائے دوسرے نے مکارم اخلاق کے جوہر نمایاں کیے
جن لوگوں نے اخبار کا برابر مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہوں گے
کہ لڑائی کا مادہ تو سدا امین آباد پارک میں معاملہ ابھی کے
جب ہی سے جمع ہونے لگا چھوٹا موٹا ہاتھا پائی ہوتا نہیں
تھا۔ آج جمعہ کا دن گزر کے شب کو ہنگامہ اپوزیشن ہو گیا۔
پارک ایک تفریح دیسی کی جگہ تھی مگر اب تو رنج و تجربے

کی جگہ ہے۔ اس پارک میں جنوبی و شرقی گوشہ پر
ایک مندر ہے جہاں ہفتہ گرمیوں میں آٹھ بجے سے
کچھ قبل اور جاڑوں میں سات بجے سنکھ پھونکا جاتا تھا۔
امین آباد پارک میں کوئی مسجد نہیں ہے اس وجہ سے
مسلمان بھائی مغرب کی نماز میدان میں بجماعت ادا
کرتے تھے عبادت کا وقت مختلف ہونے کے باعث
دکھی بھی صدائے اللہ اکبر ناقوس کی صدا سے ٹکرائی نہ
بانگ جرس و ناقوس نے مؤذن کا گلا دبایا سوائے
چند روز کے کہ نماز مغرب میں صرف ہوتے ہیں کچھ اتنا
وقت مسلمان ہے باقی ہندو۔ دہلی کے قضیہ سے
مندر میں ٹھیک شروع ہوئی۔ کھنٹہ آ کے وقت بجنے لگا
جس وقت اذان ہوئی حکومت نے مداخلت کی ایک
ڈک کا لگا لگایا۔ آریہ بھائی اگرچہ بت پرستی کے
دشمن بنتے ہیں لیکن عام ہندوؤں کو مسلمانوں کے
خلاف بھڑکانے میں کوئی ادنیٰ موقع ہاتھ سے جانے
نہیں دیتے اس موقع پر بھی انھوں نے مسلمانوں کی
اگلی زیادتیاں بت شکنی کے واقعات گاؤکشی کے
سوانح خوب خوب سنائے۔ دوسری طرف مسلمان بھی
اس عجیب و غریب جوش کو متوحش نگاہوں سے
دیکھنے لگے وہاں بھی بانگ جرس سے ماتھا ٹھنکا اور کا
بینڈ لم ہا کان کھڑے ہوئے۔ غازی اور شہید بننے کی رگ
میں حرکت ہوئی تقریروں نے عرب کی شجاعت افغانستان
کے تیور ترکوں کی جلادت ایرانیوں کی بسالت یاد دلائی
ڈیڑھ سو برس کی بھولی ہوئی بات جو کانوں میں پڑی
تو گھروں میں بیٹھے اور ہتھیاروں کی دیکھ بھال کرنے لگے
تیر و تلوار مژگاں یار بن چکا کمان ابروئے محبوب میں
پر سمیٹے مدت سے ویسے ہی کے انڈے سے رہا ہے۔ برچھی آج
عاشق ہی کے رقیبوں کے کلیجے میں پیوست ہو چکی۔
ڈھال پارے ڈر کے اتنی گھٹی کہ چہرۂ محبوب کا خال
بن گئی۔ شمشیر کو سر کی تحریر بنے مدت گزری۔ ہلالی
خنجر گھٹتے گھٹتے ہلال ہوا اور ایک زمانہ سے گلے میں جھبو
جھول رہا ہے اپنے ہی دانتوں کے ریشہ صاف کیجیے
اور منہ دھو رہیے۔ بندوق۔ توڑے دار کا چلن تھیں نئی
چال والی لیسنس کی محتاج ہے۔ غرضکہ طرفین نے ہتھیار
سنبھالیں اور ایک دوسرے کی گھات میں پھرنے لگا۔

لیا کرتے اب یوں تیغ بہانی ہے۔

بعض ہندو اور تمام مسلمان کہتے ہیں کہ جنھوں
کی طرف سے ہوا۔ اور اُس وقت ہوا جبکہ نو بجے کی گھنٹی
سر رونت ہو چکی تھی نماز مغرب کی تعقیبات بھی ہو چکے
تھے میدان نمازیوں سے خالی تھا صرف چند جماعت کے
پارک میں خوش گپیاں کر رہے تھے کہ
عقلمند کو تماشا ہو یا نہ ہو کہ جیکے اوس میں ملایا آپ
تفصیلی واقعات روزنامہ جرائد سے معلوم ہو گئے ہوں گے یہاں
لاؤ پڑے نہیں بتاتے خلاصہ یہ ہے کہ تین روز سے جنون
بکش کا سلسلہ جاری ہے ہندو مسلمان پر چھپتا ہے مسلمان
ہندو پر حملے کرتا ہے۔ ہندو کی گلی میں مسلمان کی عزت غیر
محفوظ ہے مسلمان کی گلی میں ہندو کی جان باسلامت رہنی
محال ہے۔ ایک غدر کی سی کیفیت ہے دکانیں بند ہیں
کارخانے بند ہیں۔ ہندو بھاگ گھروں میں چھپے ہوئے اگلے
دنگے کی خیر مناتے ہیں مسلمان بھاگو گلی کوچوں میں پڑے بندے
بیٹھے ہیں۔ پولیس جھکڑ ہے بھاگتے کو پکڑتی اور
مارتے کو مار سے کنارہ کاشی ہے کوئی پیٹتا اور فریاد کرتا
ہے تو کہتی ہے چپ رہو سارا کا جھگڑا ہے اور کیا مل بیٹھا ہے
تو رہے تو ہے ہم صورت کی کیا تیرے کا رات ہم سر کٹوائیں بعض
گورے صاحب نے مسکرا کے یہ بھی فرما دیا اور تم سوراج
مانگتا اب ہم کچھ بولتا نہیں مانگتا تم سوراج لے صاحب
غالباً اپنے دل میں سمجھتے ہیں کہ یہ نفاق حکومت کے لیے
مفید ہے عربی ضرب المثل ہے تعلم من حجام ساباط
ساباط میں ایک حجام لشکر کے پچھنے لگانے پر متعین تھا اسکو
پچھنے لگانے کا اتنا شوق تھا کہ جب لشکر کہیں گیا تو اپنی
خون بہا لیتا اور کوئی پچھنے لگوانے والا نظر نہ آیا اگر یہی
اپنی ماں کی گردن پر مشق کرتا ہیں صاحب کو عرض کرنا چاہیے
کہ جب نفاق کی بدولت دونوں گروہ خونریزی کے عادی
ہو جائیں گے تو یہ خونخواری ایسا نہ ہو کہ حجام ساباط کی طرح
حکومت ہی کو دن میں بیٹھ پر پچھنے لگانے کا ارادہ کرے۔ یاد رہ
ہنسو مت انتظام کرو۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حکومت اور اسکی
پولیس دونوں بیکار ہیں اور اس بدانتظامی کو دیکھ کے
ہندو کے غدر کا الزام زیادہ نکتہ چینی اور اعتنا کے قابل
نہیں رہتا۔

التماس:۔ غدر کی بدولت ڈاکخانے بھی بند ہے کارخانے [illegible]

بعض ضروری امور کا اظہار

(۱) جو حضرات ایک آدھ پرچہ نمونہ کے طور پر منگا لیتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ تاحال بھی اور رنگ بوجہ مضمون نگاروں کی قابلیت اڈیٹر کی استعداد سے انہیں کافی واقفیت ہو گئی ان کی رائے اکثر صحیح نہیں ہوتی۔

ہمارا قاعدہ ہے کہ فالتو پرچے دفتر میں بچ رہتے ہیں ان کو نمونہ میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ طالب نمونہ کو اس ایک پرچہ میں اپنے مفید مطلب باتیں ملیں یا نہ ملیں اسکی پروا نہیں۔ لہذا کم از کم ایک سہ ماہی کے واسطے خریدار ہو جانا نمونہ طلب کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر اس قلیل مدت میں ناظر کو ظرافت کے ساتھ اخلاقی علمی و ادبی فوائد محسوس ہوں اور چند مضمون بھی اسکے مذاق کے موافق مل جائیں تو دام وصول۔ ورنہ پنچ بھی ہزار نعمت کھائی " ما بہ خیر شما بہ سلامت۔

(۲) نمونہ پسند آنے پر وی پی کی فرمائش خواہ مخواہ ڈاکخانہ کو سخاوت دکھانے کے مساوی ہے اے حضرت منی آرڈر بھیجیے کہ ہم انتظار وصول زر قیمت سے اور آپ انتظار ورود مولانا پنچ کی زحمت سے بچیں اور دو آنہ کی جگہ چار آنہ بھی صرف نہ ہوں۔

۳- بعض قدردان دفتر سے ختم مدت خریداری کی اطلاع پر توجہ نہیں فرماتے جب پرچہ بند ہو جاتا ہے تو ناراض ہوتے ہیں کہ کیوں ہمارا اعتبار نہ کیا اب جتنے پرچے اس بیچ میں ناغہ ہو گئے سب اکٹھا بھیجو تاکہ فائل ناقص نہ رہے۔ ان کی تعمیل ارشاد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ فالتو پرچہ دفتر میں موجود ہو۔

۴ جو پرچے ڈاکیوں کی نوازش سے گم ہو جائیں وہ صرف آٹھ روز کے اندر دوبارہ بھیجے جا سکتے ہیں غصہ اور تظلم کی ضرورت نہیں اطلاعی پوسٹ کارڈ بھیجیے اور پرچہ لیجیے۔

۵- اگر یہ پرچہ (پنچ) ملک کے لیے آپ کی رائے میں مفید ہے تو خود خریدار ہو جانے سے بدرجہا قدردانی یہ ہے کہ اپنے احباب میں اسکی اشاعت کی بھی کوشش کیجیے۔ خیر الناس من ینفع الناس۔

[illegible]

منیجر

شرائط ایجنسی

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب [illegible] آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔ علاوہ [illegible] حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) مجلدات اودھ پنچ ۱۹۲۲ء کی چند ہی جلدیں بچ رہی ہیں مشتاقین جلد طلب فرمائیں قیمت فی جلد [illegible] مع محصولڈاک

(۲) جلد ۱۹۲۳ کے [illegible] نمبروں میں [illegible] بہترین نمونہ موجود ہیں ظریفانہ مضامین کے مشتاقین کو فوراً طلب کرنا چاہیے فی جلد [illegible] علاوہ محصولڈاک۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۳   رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۸۳ - اودھ پنچ لکھنؤ   ستمبر ۱۹۳

موسمِ گرما کا تحفہ

[illegible] شربت جنکی دھوم سارے ہندوستان میں ہے خاص میوہ جات کے افشوں اور عرقیات سے تیار کیے جاتے ہیں۔ شربت ... لذیذ ... خوشبو لطافت میں بے عدیل ہیں دل و دماغ کو فرحت، قلب کو سکون اور مثانہ آنکھوں کو طراوت بخشتے ہیں، حدت عطش کو دور کرتے ہیں۔ جلد طلب فرمائیے۔

شربت فالسہ	شربت بادام	شربت کیوڑہ	شربت بید مشک	شربت کیوڑہ	شربت الاعتدالی	شربت انار دانہ	شربت جار
فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ
عرق بید مشک لاہوری	عرق کیوڑہ حیدرآبادی	شربت انگور	شربت انناس	شربت نارنج	شربت لیمو	شربت [illegible]	
فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	

... مذاں بعت گراں حکمت کے مقولہ کو یاد رکھیے، دواتی ایسنس و شکرین سے بنے ہوئے شربتوں سے پرہیز کیجیے فہرست مفت طلب فرمائیے قریب کا ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور تحریر فرمائیے اور ۱/ رقم پیشگی محصول ادا کرنے کے لیے روانہ کیجیے۔

المشتھر

منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سمندر کو کوزہ میں گرہ لگائی

اور

انگریزی اصولوں کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے

بلکہ

گانے کے جملہ حرکات کا غذ پر رکھ دینے کے قواعد سکھلائے

ایک

مشہور و معروف کتاب ہے

جس کے

حصہ اول سکھ کے بیشمار نسخے شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی اور عملی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اور نہ ابھی تک نکلا

حصہ دوم

طبع ہوا ہے۔ حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

جس میں

تان سین کے عہد سے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی لہجہ کو گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں ان سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدا کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں اسکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ نادر بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا فی الحقیقت مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لے کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے

قیمت حصہ دوم پانچ روپیہ مقرر کی جاتی ہے حصہ اول کی للعہ فی جلد۔ محصول ڈاک ہر حال میں ذمہ خریدار

المشتھر۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ